اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ (البقرہ:165)

وقالَ اللّٰه تعالیٰ فی مَقامٍ اٰخر

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58)

وقالَ اللّٰه تعالیٰ فی مَقامٍ اٰخر

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:180)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

محبتِ الٰہی فرضِ عین ہے:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:165) اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔

اس کا بامحاورہ ترجمہ کیا جائے تو یوں بنے گا

ایمان والے اللہ رب العزت کی محبّت میں سرشار ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے محبّت کرنا فرض عین ہے۔ یہ ایمان کی بنیاد ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات فرماتے تھے کہ جس شخص نے اللہ رب العزت کو پہچانا وہ اس سے محبّت کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور جس نے دنیا کی حقیقت کو پہچانا وہ اس سے نفرت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتب سابقین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! میں تجھے دوست رکھتا ہوں اپنے اس حق کے سبب سے جو تجھ پر ہے اب تو بھی مجھے اپنا دوست بنالے۔ یہ محبّت کا راستہ شارٹ کٹ ہے۔

راہ برسوں کی طے ہوئی پل میں عشق کا ہے بہت بڑا احسان

جو انسان عشق کے پروں سے اڑتا ہے اس کے لئے وصول الی اللہ کا راستہ بہت چھوٹا بن جاتا ہے۔

عقل و بصیرت سے معرفت ملتی ہے:

سائنس کہتی ہے کہ انسان کے پانچ حواس ہیں۔ جبکہ علماء کے نزدیک چھ حواس ہیں۔ پانچ حواس تو وہ ہیں جو سائنس بھی مانتی ہے۔

(۱) قوتِ باصرہ......دیکھنے کی قوت

(۲) قوتِ سامعہ......سننے کی قوت

(۳) قوتِ شامہ......سونگھنے کی قوت

(۴) قوتِ ذائقہ......چکھنے کی قوت

(۵) قوتِ لامسہ......محسوس کرنے کی قوت

ایک اور حس بھی ہے جس کو ''عقل و بصیرت'' کہتے ہیں۔ سائنس اسے نہیں مانتی، ہم مانتے ہیں۔ یہ چھٹی حس سب سے اعلیٰ حس ہے کیونکہ پانچ حواس میں تو جانور بھی شامل ہیں۔ انسان کی امتیازی شان چھٹی حس کی وجہ سے ہے۔

ہر حس کی اپنی لذتیں ہیں۔ عقل و بصیرت والی حس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے اور معرفت کی لذتیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی بہت ہی خوبصورت پھول دیکھتا ہے تو وہ اپنی بینائی کے بقدر اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ جس کی بینائی ٹھیک ہوگی وہ تو اس کے شیڈ کو دیکھ کر اور بھی خوش ہو گا اور جس کی بینائی ٹھیک نہ ہو، اسے پانچ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہو اور اس وقت اس کے پاس چشمہ بھی موجود نہ ہو تو اس کو پھول پوری طرح نظر نہیں آئے گا۔ پھول کی خوبصورتی وہی ہے۔ جو اس کے حسن کو باریکی

سے دیکھ رہا ہوتا ہے وہ لذت پا رہا ہوتا ہے اور جس کے سامنے اس کے حسن کی حقیقت نہیں کھلی ہوتی، وہ آدمی لطف اندوز ہونے سے قاصر ہوتا ہے۔

اسی طرح جس انسان کو اللہ رب العزت کی معرفت حاصل ہو جائے اس کو وہ لذتیں ملتی ہیں جو کسی اور طریقے سے ملنا ممکن نہیں ہوتیں۔

جہنّم میں بھیجنے سے بھی بڑی سزا:

قیامت کے دن سب سے بڑی سزا یہ ہوگی کہ اللہ رب العزت نافرمانوں کو اپنے دیدار سے محروم فرمائیں گے۔ یہ جہنّم میں بھیجنے سے بھی بڑی سزا ہے۔ اللہ رب العزت اس کے ساتھ ہم کلامی سے بھی انکار فرما دیں گے۔ چنانچہ ارشاد فرمائیں گے:

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (المؤمنون:108) پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں اور مجھ سے گفتگو مت کرو۔

اس کے بعد ان میں سے کوئی بندہ اللہ رب العزت سے ہم کلامی نہیں کر سکے گا۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اٰل عمرٰن: 77) نہ ہم کلام ہوگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السّلام کی موجودگی میں یہ آیت پڑھی

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (المطففين:15) مجرم لوگ قیامت کے دن اس حال میں ہوں گے کہ ان کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہوگا۔

جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ آیت سنی تو آپ کو رونا آ گیا۔

جنت میں سب سے بڑا انعام:

اللہ رب العزت کا کسی بندے کو اپنے دیدار سے محروم کر دینا سب عذابوں سے بڑا عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنا دیدار کرا دینا سب انعامات سے بڑا انعام ہے۔ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ جنتی لوگوں کو بڑا انعام یہی ملے گا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَدْخُلُوْنَ عَلَی الْجَبَّارِ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ فَیَقْرَءُ عَلَیْھِمُ الْقُرْآن۔

بے شک جنتی لوگ اللہ رب العزت کے حضور دن میں دو مرتبہ پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کو خود قرآن سنائیں گے۔

وہ مجلس کیسی ہوگی اور اس کے لطف اور مزے کیسے ہوں گے......!!!

آج جب کوئی اچھا قاری قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت اپنا کلام خود سنائیں گے اور ایمان والے سننے والے ہوں گے تو سوچئے کہ اس وقت لذت کا کیا عالم ہوگا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ان میں سے بعض کو اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا۔

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ○ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (القیمۃ:22-23) کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔

قیامت کے دن مصیبت کا ان پر کوئی غم نہ ہوگا۔

لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (بنی اسرآئیل:103) نہ غم ہوگا ان کو بڑی گھبراہٹ میں۔

تو جنت میں سب سے بڑی لذت والی چیز اللہ رب العزت کا دیدار ہوگا۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَھَرٍ ○ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:55-54) بے شک متقین باغوں میں ہونگے اور نہروں میں سچے ٹھکانے میں اقتدار والے بادشاہ کے پاس۔

آج دنیا کے بادشاہ جلوہ افروز ہوں تو محفل سجاتے ہیں اور جب مالک الملک جلوہ افروز ہوں گے تو کیسی محفل سجی ہوگی۔ اس لئے اللہ رب العزت کا قرب اور اس کے دیدار کی لذت پانے کی دعائیں اکثر کرنی چاہئیں۔ رابعہ بصریہؒ کو کسی نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت عطا فرمادے۔ انہوں نے آگے سے جواب دیا:

الجار ثم الدار (پہلے) پڑوسی پھر گھر۔

یعنی گھر کی دعا بعد میں کرنا پہلے پڑوسی کی بات کرنا کہ میرا پڑوسی کون بنے گا۔

خوشی کے آنسو:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ:72) اور اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔

اللہ رب العزت کا راضی ہو جانا مؤمن کے لئے سب سے بڑی خوشی کی بات ہوتی ہے۔ جب انسان کو بڑی خوشی ملتی ہے تو اس کی آنکھوں سے خوشی کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ کسی عارف نے ایک پتھر کو دیکھا۔ وہ رو رہا تھا۔ پوچھا، کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا، اسلئے روتا ہوں کہ کہیں جہنّم کا ایندھن نہ بنا دیا جاؤں۔ انہوں نے دعا کر دی کہ اے اللہ! آپ اس پتھر کو جہنّم کا ایندھن نہ بنائیے گا۔ ان کی دعا قبول ہو

گئی۔ان بزرگوں نے اسے خوش خبری سنا دی اور آگے چلے گئے۔جب وہ بزرگ واپس آئے تو دیکھا کہ وہ پھر رو رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پھر پوچھا کہ پہلے تو اس لئے رو رہے تھے کہ کہیں تمہیں جہنّم کا ایندھن نہ بنا دیا جائے،اب کیوں رو رہے ہو؟اس نے کہا،حضرت! پہلے خوف کا رونا تھا اور اب خوشی سے رو رہا ہوں کہ میرا مالک مجھ سے راضی ہو گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان کو بلا کر فرمایا کہ مجھے سورۃ بیـنۃ سناؤ۔حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مجھے سورۃ بیـنۃ سناؤ۔وہ بڑے سمجھدار تھے۔ چنانچہ آگے سے پوچھنے لگے،اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!

أَ اَللّٰهُ سَمَّانِيْ ؟ کیا اللہ رب العزت نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

نَعَمَ اللّٰهُ سَمَّاكَ ہاں،اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر فرمایا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہو کہ قرآن سنائے۔محبوب! آپ بھی سنیں گے اور میں پروردگار بھی سنوں گا۔یہ سن کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ان کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل نسیمِ صبح تیری مہربانی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔سب کچھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔اوپر سے حضرت جبرائیلؑ اترتے ہیں۔ جبرائیل امین نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا،اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ رب العزت نے بھیجا ہے۔وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے آسمان کے

سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح ٹاٹ کا لباس پہنو۔ اسی لئے میں بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جاؤ، پوچھ کر آؤ کہ کیا ابوبکر اس حال میں بھی مجھ سے خوش ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے، ''میں اپنے رب سے ہر حال میں راضی ہوں'' اللہ اکبر۔

خائفین کا مقام:

جس بندے کے دل میں یہ غم لگا ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے وہ گناہوں سے بچے اور اپنے دل میں اللہ رب العزت کا خوف رکھے۔ اللہ رب العزت ایسے بندے کو جنت عطا فرمائیں گے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النزعت: 41-40) اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشات نفس سے بچایا، بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

سبحان اللہ، عام مؤمنین کو ایک جنت اور خائفین کو اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائیں گے۔ لوگوں نے ایک گھر بنایا ہوتا ہے اور ایک مہمان خانہ۔ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خائفین کو اس طرح با جماعت جنت میں جانے کی توفیق عطا فرمائیں گے کہ انکا اپنا گھر علیحدہ ہوگا اور ان کی مہمان نوازی کا سلسلہ علیحدہ ہوگا۔

سالک کی ایک خاص نشانی:

کسی شاعر نے کہا،

ہمہ شہر پُر زِ خوباں منم خیالِ ماہے　　چہ کنم کہ چشم یک بیں نہ کند بہ کس نگاہے

سارا شہر حسینوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں ہوں اور میرے محبوب کا خیال ہے۔ میں کیا کروں۔ کہ جو آنکھ صرف ایک کو دیکھنے کی عادی ہو وہ کسی اور کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔

سالک بھی حقیقت میں یک بیں ہو جاتا ہے......کیا مطلب؟......مطلب یہ ہے کہ اس کی نگاہیں فقط اپنے مطلوب پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت ہی اس کا مطلوبِ حقیقی اور مقصودِ حقیقی بن جاتا ہے۔ یہ سالک کی ایک خاص نشانی ہے۔ اس کے دل سے یہ نکلتا ہے:

''خداوندا! مقصودِ من توئی و رضائے تو مرا محبّت و معرفت خود بدہ''

یا الٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں، تو مجھے اپنی محبّت و معرفت عنایت فرما دے۔

عشق اور فسق کی طرف بلانے والے:

اس دنیا میں دو سوچیں رکھنے والے انسان ہیں۔ ایک طرف دنیا دار ہیں......دنیا کی طرف بلانے والے......فلموں میں کام کرنے والے......گانا گانے والے......دنیا کے متوالے......کبھی ان کی شکلیں دیکھا کریں کہ ان پر کیسے نحوست برس رہی ہوتی ہے ......دوسری طرف انبیائے کرام اور ان کے غلام ہیں۔ یہ لوگ اللہ رب العزت کے عشق کی طرف بلاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عشقِ حقیقی ہی عشق ہے اور عشقِ مجازی فسق ہے۔ انبیائے کرام عشق کی طرف بلاتے ہیں اور اہل دنیا فسق کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ والوں کے چہروں پر رحمتیں برس رہی ہوتی ہیں جب کہ دنیا والوں کے چہروں پر نحوست برس رہی ہوتی ہے۔ شیطان ان کے سامنے ان کے برے عملوں کو بھی اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا (فاطر:8) پس کیا وہ شخص جس کے سامنے اس کے برے عمل

مزین کر دیئے جائیں۔ پس وہ ان کو اچھا سمجھے۔

اللہ والے کہتے ہیں کہ محنت کرو اور رب کو مناؤ، جب کہ دنیا دار کہتے ہیں کہ کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم محنت کر کے اپنے رب کو منانے کی کوشش کریں۔

قدر دانوں سے رب کی قدر پوچھو

اللہ رب العزت کی محبّت کی باتیں بھی عجیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58) رحمان کے بارے میں جاننے والوں سے پوچھو۔

ایک بادشاہ نے لیلیٰ کے بارے میں سنا کہ مجنوں اس کی محبّت میں دیوانہ بن چکا ہے۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں لیلیٰ کو دیکھوں تو سہی۔ چنانچہ جب اس نے دیکھا تو اس کا رنگ کالا تھا اور شکل بھدی تھی۔ وہ اتنی کالی تھی کہ اس کے ماں باپ نے لیلیٰ (رات) سے مشابہت کی وجہ سے اس کو لیلیٰ (کالی) کا نام دیا۔ لیلیٰ کے بارے میں بادشاہ کا تصور یہ تھا کہ وہ بڑی نازنین اور پری چہرہ ہوگی مگر جب اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اسے کہا،

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

تو دوسری عورتوں سے تو زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔

جب بادشاہ نے یہ کہا تو لیلیٰ نے آگے سے جواب دیا:

گفت خامش تو چوں مجنوں نیستی

خاموش ہو جا، تیرے پاس مجنوں کی آنکھ نہیں ہے اگر مجنوں کی آنکھ ہوتی تو تجھے دنیا میں میرے جیسا خوبصورت کوئی نظر نہ آتا۔

دیکھنے والی آنکھ ہوتی ہے۔اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم رب رحمان کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو دنیا داروں سے مت پوچھو، ان کو کیا پتہ...... پھول کے بارے میں کوئی پوچھنا چاہے تو بلبل سے پوچھے گدھ کو کیا پتہ، جس کے دماغ میں مردار کی بدبو بھری ہوتی ہے، اس کا پھول کی خوشبو سے کیا واسطہ...... اللہ رب العزت نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ تم رب رحمان کے بارے میں جاننے والوں سے پوچھو۔ گویا اللہ رب العزت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم رب رحمان کی قدر اور شان قدر دانوں سے پوچھو۔

اسم جلالہ کے معاف:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:180) اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں، پس تم اسے ان (ناموں سے) پکارو۔

اللہ رب العزت کا ایک ذاتی نام ہے اور باقی صفاتی نام ہیں۔ذاتی نام اللہ ہے۔اس نام کو اسم جلالہ اور سید الاسماء بھی کہتے ہیں۔ننانوے صفاتی نام وہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے اور احادیث میں ان کے علاوہ بھی کئی نام آئے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی انتہا نہیں اس لئے اس کے صفاتی ناموں کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔اسی لئے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ دعا مانگی،

”اے اللہ! میں تیرے ہر اس نام سے دعا مانگتا ہوں جس کا علم تو نے اپنے رسولوں کو دیا، یا اپنے ملائکہ کو دیا، یا جس کا علم تو نے کسی کو نہیں دیا فقط تیرے اپنے پاس موجود ہے، اے اللہ! میں تیرے ان ناموں سے بھی تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔“

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے،

جس کے ناموں کی نہیں ہے انتہا　ابتدا کرتا ہوں اس کے نام سے

کتاب ''فتح اللّٰہ'' کا اجمالی تعارف:

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللّٰہ'' بڑی معرفتوں کا حامل ہے۔اس پر مجھے عربی زبان میں لکھی ہوئی کتاب پڑھنے کا موقع ملا، جس کا نام ''فتح اللّٰہ'' تھا۔وہ کتاب ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کے معارف بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید کا نچوڑ:

اللہ کا لفظ قرآن مجید کا نچوڑ ہے......ایک علمی نکتہ ذہن میں رکھئے، قرآن مجید کی سورتوں کی تین اقسام ہیں۔سورۃ مجادلہ کی ہر ہر آیت کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے۔دوسری وہ سورتیں ہیں جن میں ہر دوسری تیسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے۔جیسے سورۃ الرحمٰن ۔اس سورۃ کی ہر دوسری تیسری آیت کے بعد فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمن) والی آیت آتی ہے۔رب کا لفظ بار بار آیا ہے، یہ بھی اللہ کا نام ہے، جو بقیہ سورتیں ہیں اگر ان پر بھی غور کیا جائے تو ہر پانچ سات آیتوں کے بعد اللہ رب العزت کا نام آتا ہے۔

لفظ ''اللّٰہ'' قرآن مجید میں چھ سو اٹھانوے (٦٩٨) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔اس کے علاوہ ایک مرتبہ تعوذ میں اور ایک مرتبہ تسمیہ میں، اگر ان دو کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو کل سات سو مرتبہ بنتا ہے۔الرحمٰن اور الرحیم کے الفاظ بھی متعدد بار استعمال ہوئے ہیں۔البتہ رب کا لفظ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔

ہر چند آیتوں کے بعد آپ کو رب کا لفظ ملے گا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نام کو ارادتاً بار بار استعمال فرمایا ہے تاکہ میرے بندوں کی زبان سے میرا نام بار بار نکلتا رہے۔ حالانکہ کئی جگہ پر آیات کا اسلوب بتاتا ہے کہ بات کسی اور انداز میں بھی ہوسکتی تھی، مگر اللہ رب العزت نے ایسے طریقے سے بات کی کہ اس کا نام بھی اس میں آگیا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (الحج:47) اور وہ لوگ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔

اب اس کا جواب یہ بھی دیا جاسکتا تھا کہ عذاب جلدی آئے گا، مگر فرمایا،

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَه‘ (الحج:47)

اور وہ لوگ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کا خلاف نہیں کریگا۔

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ (الانفال:51) اب اسلوب یہ بتا رہا ہے کہ یہ جہنّم میں جائیں گے۔ مگر جواب کیا دیا گیا،

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (الانفال:51) یہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اللہ رب العزت نے یہاں بھی اپنا مبارک نام شامل فرما دیا۔

پھر ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ (یونس:109) اور آپ اس کی اتباع کیجئے جو کچھ آپ کو وحی کے ذریعے عطا کیا گیا اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔

ان آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سنار نگینے کو فٹ کرتا ہے تو زیور کا حسن بڑھ جاتا ہے اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے کلام کو اپنے نام کے نگینے کے ساتھ زینت بخش دی ہے۔

علماء نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو قرآن مجید کے ترجمے کا بالکل ہی پتہ نہ ہو مگر وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے تو چونکہ اس کی زبان سے بار بار اللہ کا لفظ نکل رہا ہوتا ہے اس لئے چند صفحات پڑھنے کے بعد اس کی زبان سے اتنی بار اللہ کا نام نکل آتا ہے کہ اس کو اللہ کے ذکر کا فائدہ تو نصیب ہو ہی جاتا ہے۔

حضرت مرشدِ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض قرآن مجید کو کشید کیا جائے یعنی نچوڑا جائے تو جو ایک قطرہ نکلے گا وہ اللہ کا لفظ ہوگا۔ یعنی اللہ کا لفظ پورے قرآن مجید کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

دو معرفوں کا متحمل نام:

یہ عجیب بات ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کے شروع میں الف لام ہے، یہ معرفہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ کسی لفظ کو معرفہ بنانے کے لئے اس کے شروع میں الف لام لگا دیتے ہیں۔ اور جس لفظ پر الف لام لگا دیا گیا ہو اس پر حرف ندا ''یا'' براہ راست داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ الف لام بھی معرفہ بنانے کیلئے اور یا بھی معرفہ بنانے والا ہے۔ ہاں پوری عربی زبان میں صرف اللہ کا نام ایسا ہے کہ اس پر الف لام بھی داخل اور یا بھی داخل ہوسکتا ہے۔ گویا کہ اللہ کا نام دو معرفوں کا متحمل ہے۔

بے نقطہ نام....توحید کا پیغام:

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اتنا بے عیب نام پسند کیا کہ اس نام کے کسی حرف پر نقطہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ توحید چاہتے تھے۔ اگر نام میں نقطہ آجاتا تو شرک کرنے والے لوگ بھی کوئی جواز ڈھونڈ لیتے۔ اس لئے بتا دیا کہ اس کی ذات وصفات میں شرک کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات میں تم کوئی نقص

نہیں نکال سکتے اور نہ کسی کو اس کی ذات میں شریک کر سکتے ہو۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ہر شرک سے بالاتر ہے۔

سب اشارے اللہ کی طرف:

''اللہ'' ایسا نام ہے کہ اگر اس نام کے حرفوں کو آپ جدا جدا کرتے جائیں تو بچنے والا نام بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ''اللہ'' کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اگر شروع والی الف ہٹا دیں تو باقی لفظ کو کیسے پڑھیں گے؟ ''لـلـہ'' پڑھیں گے۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ: 284) اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔

اگر پہلی لام بھی ہٹا دیں تو باقی ''لـہ'' بچے گا۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ: 255) اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔

اگر دوسری لام بھی ہٹا دیں تو باقی ''ہ'' بچے گا۔ اس کا اشارہ بھی اللہ رب العزت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرہ: 255) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔

قربان جائیں اس پروردگار پر جس نے اپنا ذاتی نام بھی وہ پسند کیا کہ اگر کوئی اس نام کے حروف کو

جدا کر کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو ہر بچنے والا ٹکڑا اللہ رب العزت کی طرف اشارہ کرے گا۔

تکمیلِ ایمان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ (الرحمن:78) برکت والا نام ہے تیرے رب کا۔

اللہ تعالیٰ خود بتا رہے ہیں کہ یہ نام برکت والا ہے۔اسی نام کی وجہ سے ہمیں ایمان نصیب ہوتا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی یوں کلمہ پڑھے،

لا الہ الا الرؤف محمد رسول اللہ

لا الہ الا الرحیم محمد رسول اللہ

لا الہ الا الرحمٰن محمد رسول اللہ

تو وہ مسلمان نہیں ہوتا کیونکہ صفاتی نام تو اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں مثلاً سمیع اور بصیر اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔جب تک وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر ذاتی نام نہیں لے گا تب تک اس کا ایمان مکمّل نہیں ہوگا۔

دوریاں ختم کرنے والا نام:

یہ ایسا برکت والا نام ہے کہ جہاں آجاتا ہے وہاں فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور دوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔مثال کے طور پر ایک لڑکی نامحرم تھی،شریعت کہتی ہے کہ اس کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا حرام ہے،لیکن جب اسی لڑکی کو نکاح کے ذریعے قبول کر لیتے ہیں تو وہ اجنبیہ سب اپنوں سے بڑی اپنی بن جاتی ہے،حتیٰ کہ اسے زندگی کی ساتھی کہا جاتا ہے۔قرآن عظیم الشان نے کہا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:187) وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

ذرا غور کریں کہ جسم کے سب سے زیادہ قریب انسان کا لباس ہوتا ہے۔ گویا بتایا گیا کہ خاوند کے سب سے زیادہ قریب اس کی بیوی اور بیوی کے سب سے زیادہ قریب اس کا خاوند ہوتا ہے..... یک جان دو قالب..... جسم دو ہیں اور دونوں کی جان ایک ہے۔ یہ اتنا قرب کا تعلّق کیسے ہوا؟ اللہ کے نام کی برکت کی وجہ سے۔ قرآن عظیم الشان کہتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النسآء:1)

اے لوگو! ڈرو اس رب سے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی نفس سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور پھیلائے ان دونوں میں بہت مرد اور عورتیں۔ اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو۔ اور لحاظ کرو قربت داری کا۔

تساءل کسے کہتے ہیں؟ ایسی برکت والی ذات ہے کہ اس ذات کی برکت سے ہم آپس کی رشتہ داریاں قائم کرتے ہیں۔ اگر اس کا نام درمیان میں نہ آتا تو نکاح بھی نہ ہوتا۔ کتنا برکت والا ہے وہ نام کہ جب درمیان میں آتا ہے تو فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور اجنبی لوگوں کو ایک دوسرے کا اپنا بنا دیتا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ جس کی طرف دیکھنا حرام تھا اس کی طرف دیکھنا کارِ ثواب بن جاتا ہے۔

اسمِ ذات کی برکات:

اس نام کی برکتیں بہت ہیں لیکن سچی بات ہے کہ ہم ان برکتوں سے واقف نہیں ہیں اس لئے کہ ہم نے کبھی آزمایا ہی نہیں۔ اگر کبھی ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھ جائیں جنہوں نے اس نام کی برکتوں کو دیکھا

بھالا ہوتا ہے تو وہ اس کے معارف ہمارے سامنے کھولیں گے کہ اس نام کی کیا برکت ہے۔

اسمِ اعظم:

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام اسمِ اعظم ہے۔ اس نام کی برکت سے جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحقیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذاتی نام ''اللّٰــہ'' ہی اسمِ اعظم ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ وہ بھی یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسم ذات اللہ ہی اسم اعظم ہے۔ آصف بن برخیا کو اسم اعظم ہی معلوم تھا جسکی وجہ سے انہوں نے ملکہ ء بلقیس کا تخت منگوا لیا تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہر زبان اس قابل نہیں ہوتی کہ جب وہ اس نام کو لے تو ہر دعا قبول ہو جائے، البتہ کچھ زبانیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسا درجہ پا لیتی ہیں کہ جب ان سے یہ اللہ کا لفظ نکلتا ہے تو پھر وہ اسمِ اعظم والا اثر دکھا دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مردے کو کہا کرتے تھے، قُمْ بِـاِذْنِ اللّٰه تو مردہ تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو جاتا تھا.... اگر آج ہم قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہیں تو سویا ہوا بندہ نہیں جاگتا، مرا ہوا کیا زندہ ہوگا.... یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام استعمال کرتے تھے اور یہی الفاظ ہم کہتے ہیں، بلکہ اگر ہم لاکھ مرتبہ بھی کہیں تو مردہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ الفاظ وہی ہیں مگر زبان بدل گئی۔ وہ نبی کی زبان تھی اور یہ ہماری جھوٹی زبان ہوتی ہے جس کی وجہ سے اثر نہیں ہوتا۔

دیکھو کہ گولی سے شیر مر جاتا ہے لیکن اسی گولی کو غلیل میں رکھ کر ماریں تو شیر تو کیا چڑیا بھی نہیں مرتی۔ البتہ بندوق میں ڈال کر ماریں گے تو شیر بھی مرے گا اور ہاتھی بھی۔ اسی طرح اسم اعظم تو ''اللّٰہ'' ہی ہے۔ یہ جھوٹی زبانوں سے نکلے گا تو اثر نہیں ہوگا۔ جس منہ سے انسان چغل خوری کرتا ہے، بہتان لگاتا ہے،

دوسروں کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی کرتا ہے ایسی زبان سے یہ لفظ نکلے گا تو اس کی برکتیں ظاہر نہیں ہوں گی۔ برکتوں کے ظاہر ہونے کیلئے زبان ٹھیک ہونی چاہیئے۔ اسمِ اعظم تو اللہ ہی ہے لیکن جب کسی سچی زبان سے نکلے تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر

(۱)...... نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں، تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ ثمامہ بن اثال جو اس وقت تک ایمان نہیں لایا تھا ادھر آنکلا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو گولڈن چانس ہے، تلوار بھی ہے اور مسلمانوں کے پیغمبر بھی سوئے ہوئے ہیں، کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں۔ چنانچہ وہ دبے پاؤں آیا اور اس نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ چاہتا تھا کہ وار کرے مگر اللہ کے محبوب ﷺ بیدار ہو گئے۔ جب اس نے آپ کو بیدار دیکھا تو کہنے لگا،

من يمنعك منى يا محمد ؟ اے محمد ﷺ! آپ کو اب کون میرے ہاتھوں سے بچائے گا؟

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، "اللّٰہ"۔ اس لفظ میں ایسی تاثیر تھی کہ اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے کانپنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی۔ پھر نبی علیہ السّلام نے تلوار اٹھائی اور فرمایا،

من يمنعك منى ؟ اب تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟

یہ سن کر وہ آپ ﷺ کی خوشامد کرنے لگا کہ آپ تو قریشی خاندان میں سے ہیں، بڑے اچھے اخلاق والے ہیں، دشمنوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور بلند ہمت ہیں..... نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، جا میں نے تجھے معاف کر دیا..... جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے معاف فرما دیا تو ثمامہ بن اثال کھڑا رہا۔ آپؐ نے پوچھا، ثمامہ! میں نے تجھے معاف کر دیا ہے، اب تم جاتے کیوں نہیں؟ اس نے

عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ نے تو معاف کر دیا، اب کھڑا اس لئے ہوں کہ آپ مجھے کلمہ بھی پڑھا دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف فرما دیں۔ اللہ اکبر

(۲)......ساتویں صدی ہجری میں تا تاریوں کا ایسا فتنہ اٹھا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین لیا تھا۔ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے پاس کہیں بھی حکومت نہیں رہی تھی.....تا تاری اس قدر غالب آ گئے کہ بغداد میں ایک دن میں دو لاکھ مسلمانوں کو ذبح کر دیا گیا تھا .....مسلمانوں پر ان کا اتنا ڈر اثر انداز تھا کہ ایک تا تاری عورت نے ایک مسلمان مرد کو دیکھا تو کہنے لگی، خبردار! مت ہلنا۔ وہ وہیں کھڑا رہا، وہ عورت گھر میں گئی اور خنجر لا کر اس نے اس مسلمان مرد کو قتل کر دیا .....تا تاری جس شہر میں جاتے تھے مسلمان وہ شہر ہی خالی کر دیتے تھے۔

در بند ایک شہر کا نام ہے۔ ایک تا تاری شہزادہ اپنے گروپ کو لے کر وہاں پہنچا اور مسلمانوں نے وہ شہر خالی کر دیا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگا کہ ہماری بہادری دیکھو کہ مسلمان ہمارا نام سنتے ہیں اور شہر خالی کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ پولیس نے اسے اطلاع دی کہ جناب! شہر میں ابھی تک دو بندے موجود ہیں۔ ایک سفید ریش بوڑھے آدمی ہیں اور ایک ان کا خادم لگتا ہے اور وہ دونوں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اس نے چونک کر کہا، کیا وہ ابھی نہیں نکلے؟ بتایا گیا کہ نہیں نکلے۔ کہنے لگا کہ انھیں زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کرو۔ پولیس گئی اور انھیں ہتھکڑیاں ڈال کر لے آئی اور انھیں شہزادے کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا .....ان کا نام شیخ احمد در بندی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور یہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے.....شہزادے نے کہا، تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میں اس شہر میں آ رہا ہوں۔ فرمایا، پتہ تھا۔ کہنے لگا، پھر شہر سے نکلے کیوں نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم کیوں نکلتے، ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ وہ طیش میں آ کر کہنے لگا، اب تمہیں میری سزا سے کون بچائے گا؟.....جب اس نے یہ کہا تو حضرت در بندیؒ نے جوش میں آ کر کہا، اللہ۔

جیسے ہی انہوں نے اللہ کا لفظ کہا، ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں ٹوٹ کر نیچے گر پڑیں..... جب شہزادے نے یہ منظر دیکھا تو وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، اچھا میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔

(۳)...... ہمارے علاقہ میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ نامی ایک مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے سینکڑوں چشم دید گواہ موجود تھے..... ایک جگہ پر ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے تھے۔ ایک امیر ہندو حضرت کی توجہ سے مسلمان ہو گیا۔ ہندوؤں نے خواجہ صاحبؒ کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا کہ خواجہ صاحب ہندوؤں پر جادو کر کے مسلمان بنا دیتے ہیں۔ جج بھی ہندو تھا۔ حضرت کو جو پولیس گرفتار کر کے لائی وہ سب ہندو تھے۔ حضرت جب جج کے سامنے پیش ہوئے۔ پولیس کے سپاہی اور تھانیدار نے حضرت کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ جج نے حضرت سے پوچھا کہ تو نے اس ہندو کو کیوں مسلمان کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو مسلمان نہیں کیا یہ تو خود مسلمان ہوا ہے۔ جج نے اصرار کیا کہ نہیں تو نے مسلمان کیا ہے۔ آخر حضرت نے ہندو تھانیدار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کیا اس کو بھی میں نے مسلمان کیا ہے، ساتھ ہی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ قلبی توجہ دی تو وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگا۔ اب دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا۔ پھر اسی طرح آپ جس ہندو کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ مسلمان ہو جاتا یوں وہاں کھڑے کھڑے پانچ ہندوؤں نے کلمہ پڑھ لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جج دوسرے کمرے میں چلا گیا کہ کہیں میری طرف بھی انگلی کا اشارہ نہ ہو جائے اور وہیں سے حکم سنایا کہ خواجہ صاحب کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔ یہ اب یہاں سے چلے جائیں ......سبحان اللہ، اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے مگر افسوس کہ ہمیں یہ نام لینا نہیں آتا۔ سچی بات عرض کروں کہ یہ تو ایک (Blank) خالی چیک ہے، جو اس پر لکھ سکتے ہو لکھ دو۔

(۴)......خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔ایک مرتبہ وہ اسم ذات کے فضائل سنا رہے تھے،اس وقت کا مشہور فلسفی اور حکیم بوعلی سینا بھی وہاں پہنچ گیا۔آپ فرما رہے تھے کہ اسم ذات سے انسان کی صحت میں برکت،انسان کے عمل میں برکت،انسان کے رزق میں برکت اور انسان کی عزت میں برکت ہوتی ہے۔عقلی بندے تو عقلی ہی ہوتے ہیں۔لہٰذا اس بیچارے کی عقل بھی پھنسی رہی۔چنانچہ محفل کے اختتام پر اس نے حضرت سے پوچھا کہ جی اس ایک لفظ کا ذکر کرنے سے اتنی تبدیلیاں آجاتی ہیں۔آپ نے فرمایا،''اے خر! تو چہ دانی''یعنی اے گدھے! تجھے کیا پتہ''۔اب جب ایک مشہور آدمی کو بھرے مجمع کے سامنے گدھا کہا گیا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔حضرت بھی نباض تھے۔لہٰذا جب انہوں نے اس کے چہرے پر پسینہ اترتے ہوتے دیکھا تو پوچھا،حکیم صاحب! پسینہ آرہا ہے۔وہ کہنے لگا،حضرت! کیا کروں،آپ نے بھرے مجمع میں لفظ ہی ایسا کہہ دیا ہے۔حضرت نے فرمایا،حکیم صاحب! میں نے بھرے مجمع میں ایک لفظ گدھا کہا اور اس کی وجہ سے تمہارے تن بدن میں تبدیلی آ گئی،کیا اللہ کے لفظ میں اتنی تاثیر بھی نہیں کہ وہ بندے کے دل میں تبدیلی پیدا کر دے۔

ہر چیز کا اثر ہوتا ہے۔کھٹاس کا نام دو تین دفعہ لیں تو منہ میں پانی آہی جائے گا۔مٹھاس کا نام لیں تو ماشاء اللہ منہ میں میٹھا پن محسوس ہوگا۔اگر کھٹاس اور مٹھاس کے نام کی لذت بندہ محسوس کرتا ہے تو کیا اللہ کے نام کی لذت محسوس نہیں کر سکتا۔محسوس کرتا ہے مگر وہی جس نے محبّت کی ہو۔ہر بندے کو یہ لذت محسوس نہیں ہوتی۔اس کی لذت ہمارے مشائخ کو ملی۔ان کی زندگیاں ہمارے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر انہی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

یہ لوگ الخلوۃ فی الجلوۃ کا مصداق بن جاتے ہیں۔ وہ جلوت میں بیٹھ کر خلوت کے مزے پاتے ہیں…… یہ الخلوۃ فی الجلوۃ کب نصیب ہوتا ہے؟…… انسان کو یہ ذکرِ الٰہی سے نصیب ہوتا ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جلوہ بھی اسی سے نصیب ہوتا ہے۔

صوفی کی صفات:

ہمارے مشائخ نے فرمایا:

اَلصُّوفِی کَائِنٌ بَائِنٌ صوفی کائن بائن ہوتا ہے۔

صوفی کا لفظ اس بندے کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنے دل کو صاف کرنے کا متمنّی ہو۔ صوفی کا لفظ صفا سے لیا گیا ہے…… اگر اس کی تحقیق معلوم کرنی ہو تو تصوف و سلوک کی کتاب میں ایک مستقل باب ہے وہ پڑھ لیجئے…… کائن بائن کا کیا مطلب ہے؟

کائن مع الخلق من حیث الظاھر و بائن منھم من حیث الباطن ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اور باطن میں مخلوق سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔

بعد میں فرمایا:

الصوفی غریبٌ قریبٌ ۔ای غریب بین اھلہ و اصحابہ من حیث توحش باطنہ عنھم و قریب منھم من حیث تعلق ظاھرہ معھم صوفی دور ہوتا اور قریب ہوتا ہے۔ یعنی اپنے گھر والوں سے اور دوستوں سے دور ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ اس کا باطن ان سے کٹا ہوتا ہے۔ اور ان سے قریب ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ ظاہری تعلّق ان سے رہتا ہے۔

یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ الفت ہوتی ہے قریب ہوتا ہے اور باطن میں سب سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔ ایک

اللہ سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو مقامِ تبتل نصیب ہوتا ہے۔ وہ مخلوق سے کٹ جاتا ہے اور اپنے خالق سے جڑ جاتا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا،

الصوفی فرشیٌّ عرشیٌّ صوفی فرشی اور عرشی ہوتا ہے۔

یعنی جسم کے اعتبار سے فرش پر ہوتا ہے اور اپنی روح کے اعتبار سے عرش پر ہوتا ہے۔ یہ اللہ وہ نام ہے جو بندے کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔

یا اللہ کہہ کر پکارنے میں راز:

یاد رکھیں کہ یا اللہ کہہ کر پکارنے میں زیادہ مزہ ہے...... کیوں؟...... اس میں کیا حکمت اور راز ہے؟...... اگر یا رحمٰن کہہ کر پکاریں گے تو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کو پکاریں گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی باقی صفات نہیں آئیں گی۔ مثلاً ستاری اور غفاری وغیرہ کا ذکر نہیں آئے گا۔ اسی طرح اگر یا ستار کہہ کر پکاریں گے تو صرف صفتِ ستاری کی طرف اشارہ ہوگا باقی صفات کی طرف اشارہ نہیں ہوگا۔ پتہ چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکاریں تو صرف ایک صفت کی طرف اشارہ ہوگا لیکن جب مؤمن بندہ یا اللہ کہہ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ حروف ندا میں سے ''یا'' سب سے کامل ہے۔ یہ قریب اور بعید دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ واہ میرے مولا! ندا کا لفظ بھی ایسا ہے جو سب سے کامل ہے اور اسم ذات اللہ بھی ایسا ہے جو سب سے کامل ہے۔ گویا جب ہم یا اللہ کہتے ہیں تو اس وقت یہ بات مستحضر رکھیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو سامنے رکھ کر اسے پکار رہے ہوتے ہیں۔

اسم ذات کے حروف کی معرفت:

اللہ کا لفظ لکھا جائے تو لکھنے میں چار حروف نظر آتے ہیں مگر ادا کرنے میں پانچ حروف ہیں۔ لکھنے میں الف، لام، لام اور ہا ہیں۔لیکن حقیقت میں اس میں پانچ حروف ہیں۔ الف، لام، لام، پھر الف جو حذف ہو چکی ہے اور پھر آگے ہا۔ ہمارے اکابرین نے اس کی معرفت لکھی ہے۔

......الف سے اللہ۔ جو اسم مسمّیٰ ہے۔ جس کا یہ اسم ہے وہ کون ہے؟ وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔

......پہلا لام۔ جمال کا لام ہے۔ یعنی وہ اپنے جمال میں یکتا ہے۔

......دوسرا لام۔ جلال کا لام ہے۔ یعنی وہ اپنے جلال میں بھی یکتا ہے۔

......آگے پھر الف آ گیا جو حذف ہو چکا ہے۔

......آگے ''ھا'' ہے۔ یہ گول دائرہ بنا دیا گیا۔ یعنی اگر تم اس کی معرفت کو حاصل کرنے کے لئے ساری زندگی لگے رہو گے تو تم اس کی معرفت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ طوقِ عبودیت ہے۔ اس میں بندوں کے لئے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گلے میں اپنی بندگی کا طوق ڈال دیا ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں سے اسم ذات کا نقش:

آپ اس عاجز کی انگلیوں کی طرف دیکھیں۔ یہ اسم ذات ''اللہ'' بنتا ہے۔ الف، لام، لام اور ہا۔ اللہ کا لفظ ایسے ہی لکھا جاتا ہے۔ ہمارے مشائخ اللہ کے نام کی شکل انگلیوں سے بنا کر سالکین کے دل پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ پر اللہ تعالیٰ نے یہ راز کھولا۔ وہ سالکین کے دل پر انگلی رکھ کر روحانیت سے اللہ کا لفظ کہتے تھے۔ منقول ہے کہ

کان ینقش اسم اللہ علی قلوب السالکین وہ اللہ کا نام سالکین کے قلوب پر نقش کر دیا کرتے تھے۔

سالک کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے میرے دل پر اللہ کا نام نقش کر دیا ہے۔ان کا نام تو بہاؤ الدین تھا مگر اس کی وجہ سے نقشبند مشہور ہو گئے۔ وہ دل میں اللہ کا نام نقش کر دیا کرتے تھے۔

اب یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے۔ آپ نے ویلڈنگ دیکھی ہو گی۔ جب دو ٹکڑوں میں ویلڈ کرنا ہوتو ایک راڈ ہوتا ہے جس کے وولٹیج بہت ہائی ہوتے ہیں۔ وہ جیسے ہی راڈ کو ہائی وولٹیج پر لگاتے ہیں تو Spark ہوتا ہے اور دو ٹکڑے آپس میں جڑ جاتے ہیں۔اللہ والے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ان کے اندر روحانیت کا ہائی وولٹیج ہوتا ہے۔ وہ انگلی کو راڈ بنا کر اللہ کی شکل بندے کے دل پر لگاتے ہیں تو اسے اللہ تعالیٰ کا تعلّق نصیب ہو جاتا ہے۔اسی لئے خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس دل پر یہ انگلی لگ گئی اس کو ایمان کے بغیر موت نہیں آسکتی۔

حضرت عبدالعزیز دباغؒ کا کشف:

اسی نام (اللہ) کے ساتھ اللہ کی ساری مخلوق ذکر کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (بنیٓ اسرآئیل: 44) اور جو بھی کوئی چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے۔

اس آیت کے تحت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کشف میں اس کو سننے کی سعادت عطا فرمائی۔ میں نے سنا کہ ہر چیز کا ایک ایک ذرہ ذرہ اللہ ربی، اللہ ربی کے نام سے اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔

اسمِ ذات کی انفرادیت:

اللہ تعالیٰ کا یہ نام تاریخ انسانی میں کبھی بھی غیر اللہ کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ کئی لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے مگر اللہ کا نام کوئی بھی اپنے لئے استعمال نہ کر سکا۔ اگر استعمال ہوا ہے تو فقط اللہ رب العزت کے لئے۔ فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ تو کیا مگر الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ میرے مالک! آپ کتنے عظیم ہیں کہ آپ نے اپنے نام کو اپنے لئے خالص فرمالیا۔

اسمِ ذات کی برکت سے صور پھونکنے میں تاخیر:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کہ ایک بندہ بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا۔ گویا اللہ کے نام کی برکت نے دنیا کو ٹوٹ پھوٹ سے بچایا ہوا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ جب بھی تم میرے بندوں سے میرا نام سنو گے تو چالیس سال تک تم نے صور پھونکنے میں تاخیر کر دینی ہے۔ جب تک اللہ کا نام سنو، ہر بار صور پھونکنے میں تاخیر کرتے رہو۔ چنانچہ جب آخری بندہ اللہ کا نام لینے والا ہوگا تو اسرافیل علیہ السّلام نام سن کر اس کے بعد چالیس سال تک انتظار کریں گے کہ ہے کوئی اللہ کا نام پکارنے والا۔ جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہوگا تو وہ صور پھونک دیں گے اور اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے۔ یہ کیسا عجیب نام ہے کہ اس نام کو سن کر صور کا پھونکنا چالیس سال تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ اے بندے! اگر اس نام کو سن کر فرشتے کو حکم ہے کہ تم صور پھونکنے میں تاخیر کر دینا تو اگر ہم صبح و شام اس نام کو پڑھیں گے تو کیا اللہ تعالیٰ پریشانیوں کو بھیجنے میں تاخیر نہیں فرمائیں گے۔

اسمِ ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف:

امام رازیؒ کا قول ہے کہ جب آدم علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور انہوں نے اپنے ارد گرد کے

ماحول کو دیکھا تو پہلا کلام جو حضرت آدم علیہ السّلام کی زبان سے نکلا وہ الحمدللہ تھا۔انہوں نے سب سے پہلے اسم ذات کے ساتھ اللہ کی تعریف بیان کی۔ جب جنتی لوگ جنت میں جائیں گے تو وہ انہی کی اقتداء میں جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے۔

اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس:10) بے شک سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پڑھو قرآن اور پھر سمجھو اللہ کی شان۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر:73) اور چلایا جائے گا رب سے ڈرنے والوں کو جنت کی طرف۔

فرشتے بھی اللہ کے نام سے اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الزمر:75)

اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتوں کو جو حلقہ باندھے ہوئے ہوں گے۔عرش کے اردگرد اور پاکی بیان کر رہے ہونگے اپنے رب کی۔اور فیصلہ ہوگا ان کے درمیان حق کا۔اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں شہر کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو بندہ یہ منت مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اللہ رب العزت کی ہر طرح سے حمد اور تعریف کروں گا اور وہ بندہ صرف الحمدللہ ہی کہہ دے تو اس کی طرف سے منت ادا ہو جائے گی۔

اللہ کا نام لینے سے نور برستا ہے:

اللہ رب العزت کا نام لیا جائے تو رحمتیں اور نور برستا ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے نور کا نام استعمال فرمایا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:35) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اللہ کا نور عجیب چیز ہے۔حدیث پاک میں آیا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله مومن کی فراست سے ڈرو، یہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر غفلت میں بھی اللہ کا نام لیا جائے تو بھی فائدہ دیتا ہے۔ارے! اگر کوئی غفلت سے نام لے تو اس کو بھی فائدہ ہوتا ہے تو جو انسان محبّت سے نام لے گا اللہ تعالیٰ اس کو کتنی برکتیں عطا فرمائیں گے۔

سورۃ مجادلہ کی ہر آیت میں اسم ذات لانے کی وجہ:

قرآن مجید میں ایک سورۃ ایسی ہے جس کی ہر ہر آیت میں اللہ کا نام آیا ہے۔وہ سورہ مجادلہ ہے۔اب طالب علموں کے ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ سورۃ یٰسین کو ’’قلب قرآن‘‘ کہا گیا اور سورۃ فاتحہ کو ’’فاتحۃ الکتاب‘‘ کہا گیا۔ان سورتوں کی ہر ہر آیت میں اللہ کا نام ہونا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔اس کا آدھا ستاون (۵۷) بنتا ہے۔ سورۃ مجادلہ قرآن مجید کی اٹھاون ویں سورۃ ہے۔اس سے پہلے ستاون سورتیں ہیں۔سورۃ فاتحہ پہلے نصف کی سورۃ ہے اور یہ پہلی ستاون سورتوں کے لئے فاتحہ الکتاب ہے اور سورۃ مجادلہ دوسرے نصف کی

پہلی سورۃ ہے اس طرح یہ سورۃ مجادلہ دوسرے نصف حصہ کے لئے فاتحہ الکتاب ہے۔ اللہ رب العزت نے پہلے نصف قرآن کے لئے الحمد کو پسند فرمایا کیونکہ اس میں سب کے لئے جنرل تعلیم ہے اور نماز میں اس سورۃ کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب مؤمن بندہ قرآن مجید کو پڑھتے پڑھتے آدھا قرآن پڑھ لیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی خاصی معرفت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگلا نصف حصہ شروع ہوتا ہے۔ اب اللہ نے اس سورۃ کی ہر ہر آیت میں اپنے نام کو استعمال فرما کر پیغام دے دیا کہ اے میرے بندے! تم آدھا سبق پڑھ چکے ہو اور اب اگلا آدھا سبق شروع کر رہے ہو۔ اگلے آدھے سبق کا نچوڑ یہ ہے کہ تم میرا کلام پڑھ رہے ہو۔ تم میرے کلام کی ہر ہر آیت میں میرا نام پاؤ گے۔ اب تمہیں یہ پیغام مل رہا ہے کہ تم جو بھی کام کرو گے، اگر میرا نام مقصود رہے گا تو تمہارا ہر ہر عمل مقبول ہوگا اور اگر میرا نام نہیں لیا جائے گا تو تمہارا کوئی عمل بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مجادلہ میں چالیس مرتبہ اپنا نام استعمال فرمایا۔ اس لحاظ سے اللہ کے نام کو اور چالیس کے عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

چالیس کے عدد کی برکتیں:

چالیس کے عدد کی برکتیں بھی بہت زیادہ ہیں ......حضرت موسیٰ کی قوم کو چالیس روزے رکھنے کا حکم ہوا......اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (البقرہ: 51) اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ علیہ السّلام سے چالیس راتوں کا۔

حضرت موسیٰ نے بھی چالیس راتیں گزاریں۔

فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (الاعراف:142) پس پوری ہوئی تیرے رب کی مدت چالیس راتیں۔

ہمارے مشائخ نے یہیں سے چلہ اخذ کیا......ماں کے پیٹ میں جو بچہ پرورش پا رہا ہوتا ہے اس کی حالت ہر چالیس دن بعد بدل رہی ہوتی ہے......اگر چالیس دن میں بچے کی جسمانی حالت بدل جاتی ہے تو چالیس دن اللہ کی یاد میں لگانے سے روحانی حالت بھی بدل جاتی ہے۔ ہمارے مشائخ اسی لئے چالیس چالیس دن اعتکاف کی حالت میں اللہ کی عبادت میں گزارا کرتے تھے۔اسی کو چلہ کہتے ہیں۔ ہمارے تبلیغی بھائی بھی چلہ لگواتے ہیں۔کیونکہ چلہ لگوانے سے واقعی انسان کے دل کی حالت بدلتی ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ جو آدمی چالیس نمازیں تکبیرِ اولیٰ سے ادا کرے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو پروانے ملتے ہیں۔ایک نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا جہنّم سے بری ہونے کا۔

آہ اور اسمِ ذات:

ایک اور عجیب بات سنیں......اللہ کے نام کے شروع میں الف اور آخر میں ھا ہے۔الف اور ھا کو ملایا جائے تو آہ کا لفظ بنتا ہے......حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (التوبہ:114) بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور تحمل مزاج والے تھے۔

وہ اللہ رب العزت کی محبّت میں آہیں بھرتے تھے۔ جب انسان پر محبّت کی کیفیت ہوتی ہے تو پھر اس کے بس میں نہیں رہتا۔عاشقوں کی پہچان بھی یہی ہے۔

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے آہ نکلی اور پہچانے گئے

لوگوں کو اس کی آہوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ دیوانہ ہے۔رب کی یاد میں اس کی آہیں نکلتی ہیں۔ہمیں

بھی یہی کام کرنا ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کو اتنا لینا ہے اتنا لینا ہے کہ اللہ رب العزت کے نام کی برکت سے ہمیں بھی یہ سب نعمتیں نصیب ہو جائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:36) کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

ہمیں اللہ بھی کافی ہے اور اللہ کا نام بھی کافی ہے۔یعنی جس طرح اللہ کی ذات بندے کے لئے کافی ہے اسی طرح ذکر کے معاملے میں اللہ کا نام بھی ذکر کے لئے کافی ہے۔ماشاءاللہ۔

رہِ حیات کی تاریک رہ گزاروں میں　　تمہارا نام ہی کافی ہے روشنی کے لئے

اسمِ ذات کا استعمال:

اذان اور نماز دونوں کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اختتام بھی۔

☆......اذان کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام بھی اللہ کے نام پر ہوتا ہے۔ مؤذن شروع میں اللہ اکبر کہتا ہے اور آخر میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔

☆......اسی طرح اقامت کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے اور انتہا بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے۔

☆......نماز کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے اور انتہا بھی اللہ کے نام سے۔اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھتے ہیں اور السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز مکمّل کرتے ہیں۔

☆......انسان پر شیطان کا حملہ ہوتا ہے تو وہ اللہ سے مدد مانگتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ کو شیطان سے ذاتی دشمنی ہے اس لئے جب دشمن کی بات چلی تو پروردگار نے اپنے بندوں سے کہا کہ تم نے پناہ مانگنی ہے تو پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم یوں پڑھو۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

جب تم یوں کہو گے تو میں پروردگار تمہیں اس دشمن سے پناہ عطا فرما دوں گا۔☆......اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ میں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا۔ بچپن میں استاد بتاتے ہیں کہ الف کھڑی ہوتی ہے اور ’ب‘ لیٹی ہوتی ہے۔ اس لئے جب بچے ب لکھتے ہیں تو وہ لیٹی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن جب یہی ’ب‘ بسم اللہ میں لکھی جاتی ہے تو کھڑی حالت میں لکھی جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں اتنی برکت ہے کہ جب لیٹی ہوئی ’ب‘ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ منتھی ہو جاتی ہے تو یہ نام لیٹی ہوئی ’ب‘ کو بھی کھڑا کر دیتا ہے۔ اے بندے! اگر تو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ منتھی ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ گرے ہوئے بندے کو کیوں نہیں اوپر اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نعمتیں عطا کرنے کے لئے قرآن مجید میں اپنا ذاتی نام استعمال کیا......تھوڑی دیر کے لئے قرآن مجید کی سیر کیجئے تا کہ پتہ چلے کہ اللہ رب العزت نے کہاں کہاں اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا ہے......مثال کے طور پر......

☆......اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے دوستوں کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:257) اللہ دوست ہے ایمان والوں کا۔

☆......دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (ال عمرٰن:68) اللہ مؤمنین کا دوست ہے۔

☆......جو اچھے بندے ہیں وہ کہتے ہیں:

اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:163) بے شک میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے لئے اپنا ذاتی نام پسند فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الجمعہ:4) یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (ال عمرٰن:152) اور اللہ مؤمنین پر فضل کرنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (النور:21) اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تمہارے اوپر۔

ایک اور مقام پر فرمایا: قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ (ال عمرٰن:73) کہہ دیجئے بے شک فضل تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

☆......اپنی رحمت کے لئے بھی اسمِ ذات کو استعمال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

رَحْمَةُ اللّٰهِ (ھود:73) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت۔

☆......اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ''سکینہ'' نازل ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ بھی اسمِ ذات سے فرمایا:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (الفتح:26) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا۔

☆......دنیا اور آخرت کے ثواب کا تذکرہ کیا تو اپنے ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (النسآء:134) پس اللہ کے ہاں دنیا و آخرت کا بدلہ ہے۔

☆...... جہاں بندوں کو نیک اعمال کی توفیق دینے کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اسمِ ذات کو استعمال فرمایا:

وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (ھود:88) میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے۔

☆......عبادت کا تذکرہ فرمایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

اُعْبُدُوا اللّٰهَ (المآئدہ: 72) اللہ کی عبادت کرو۔

☆......کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (التوبہ: 40) اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو۔

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (ال عمرٰن: 164) تحقیق اللہ نے احسان فرمایا مؤمنین پر۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (النسآء: 94) پس تم پہلے ایسے ہی تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (الطور: 27) پھر اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں بچایا لو کے عذاب سے۔

☆...... جہاں مؤمنوں کی تعریف اور نصرت کا وعدہ فرمایا وہاں بھی ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (ال عمرٰن: 13) اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں۔

☆...... جب کسی کو ملک دینے کا تذکرہ فرمایا تو ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ (البقرہ: 247) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرما دیتا ہے،

☆......حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو اللہ سے مدد مانگنے کی تعلیم دی۔اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ذاتی نام استعمال فرمایا:

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا (الاعراف:128) جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے،تم لوگ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

☆......اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کا امتحان لیا تو اس کا تذکرہ یوں فرمایا:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (الحجرت:3) یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کا اللہ نے تقویٰ کے بارے میں امتحان لیا ہے۔

☆......حدود شرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (البقرہ:229) یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

☆......تعظیم اشیاء کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (الحج:32) اور جو کوئی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے۔

☆......حلال اور حرام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام:121) اور تم نہ کھاؤ،ان جانوروں کا گوشت جنکے اوپر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

جب تک اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تب تک ذبح مکمّل نہیں ہوتا۔

☆......جہاں مہرِ جباریت لگانے کا تذکرہ ہوا وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو استعمال فرمایا۔فرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرہ:7) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

☆...... جہاں خشیت کا تذکرہ ہوا وہاں اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (الاحزاب:39) اور وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ سے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:28) اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

☆...... جہاں بندوں سے کوئی وعدہ فرمایا، وہاں ارشاد فرمایا:

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (النسآء:95) اور سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ فرمایا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (المآئدہ:9) اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کیساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔

☆...... جب لوگوں نے کوئی بات پوچھی اور اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا تو بھی اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

یَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ (النسآء:176) لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ فتویٰ دے رہے ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ روزِ محشر عدل فرمائیں گے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (النسآء:141) پس اللہ فیصلہ کریگا ان کے درمیان۔

☆......اللہ تعالیٰ نے سچائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ (ال عمران:96) کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النسآء:122) اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

☆......جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کا تذکرہ فرمایا تو ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النسآء:100) اور جو نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔

☆......جب اللہ تعالیٰ نے محبّت کا تذکرہ فرمایا تو وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (ال عمران:146) اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (ال عمران:148) اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ:222) بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزگی والوں کو۔

☆......جہاں اپنی مخلوق کو اپنا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی وہاں بھی اپنا ذاتی نام پسند فرمایا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب: 41) اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (الاحزاب: 35) اور کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔

ہمارا ذکر کرنے کا طریق بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مشائخ نقشبندیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبّت اتنی پیدا کر لی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اپنے اس پیارے نام کے معارف کھول دیئے حتیٰ کہ انہوں نے اس نام کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی۔ انہوں نے اپنے متعلّقین کو بھی اسی نام کا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا ہم خوش نصیب ہیں کہ ''اللہ'' ہمارا ہر وقت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اب تم میرے اس نام کا ذکر کرو...... یا اللہ! کیسے کریں؟...... ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (ال عمران: 191) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہونے بیٹھنے اور لیٹنے کی حالت میں۔

یعنی تم بیٹھنا چاہو تو اللہ...... کھڑے ہونا چاہو تو اللہ...... تم لیٹنا چاہو تو اللہ...... تم اٹھنا چاہو تو اللہ...... تم چلنا چاہو تو اللہ...... جب ہر وقت اللہ اللہ کہتے رہو گے تو یہ اللہ کا نام تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت پیدا فرما دے گا۔ انسان اتنا ذکر کرے کہ وہ باقی سب کچھ بھول جائے۔

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے

تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تادمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ!
لا الٰہ الا اللّٰہ ، لا الٰہ الا اللّٰہ

کسی نے کیا خوب ہی کہا ہے:

بتاؤں آپ کو کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے

اسمِ ذات کی مٹھاس:

جو بندہ اس نام کی برکتوں سے واقف ہو جاتا ہے اس کی زندگی میں بہار آجاتی ہے۔

اللّٰہ ہو کے بڑے مزے جو بھی چا ہے وہ چکھ لے

کسی نے کیا ہی اچھی بات کہی:

مؤمنا ذکرِ خدا بسیار گو تا بیابی در دو عالم آبرو

اے مؤمن! اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا کہ دونوں عالم میں عزت پالے۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکیِ دل ز ذکر رحمان است

ذکر کر جب تک کہ تیرے جسم میں جان ہے۔ کیونکہ دل تو ذکر سے پاک ہوتا ہے۔

اگر دل میں محبتِ الٰہی ہو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے لذت آتی ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے، آپ یہ جو اللہ اللہ کرتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ مجھے اس وقت ایک شعر یاد آیا اور کہا، بھئی! بات یہ ہے کہ

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

جس بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت ہوتی ہے وہ اللہ کا نام سن کر بھی تڑپ اٹھتا ہے۔ یہ مؤمن کی پہچان ہے..... قرآن عظیم الشان ..... سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہَ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال:2) بے شک ایمان والے بندے وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل تڑپ اٹھتے ہیں۔

اس مضمون کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا:

اِک دم بھی محبّت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

اللہ کے نام کے بارے میں شعراء نے عجیب اشعار کہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں:

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

ایک اور عارف نے تو عجیب مضمون باندھا۔ وہ فرماتے ہیں:

ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا قرباں میں تیرے نام کی لذت سے خدایا

اللہ تعالیٰ کے نام میں عجیب لذت ہے۔ ایک شاعر نے کہا:

نامِ چو برزبانم می رُوَد ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

جب اس کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو گویا جسم کے ہر ہر انگ سے شہد کا ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے جسم کے اندر ایسی مٹھاس آجاتی ہے۔

ایک شاعر نے کہا:

اللّٰہ اللّٰہ ایں چہ شیریں است نام شیر و شکر می شود جانم تمام

کسی نے کہا:

اللّٰہ اللّٰہ کیسا پیارا نام ہے جو رٹے وہ لائقِ انعام ہے

کسی نے کہا:

اللّٰہ اللّٰہ کیسا پیارا نام ہے عاشقوں کا مینا ہے اور جام ہے

جیسے پینے والے جام اور صراحی سے پیتے ہیں اسی طرح یہ اللّٰہ کا نام بھی عاشقوں کے لئے جام اور صراحی کی مانند ہے۔ وہ اللّٰہ کا نام لیتے ہیں تو ان کے دل میں مٹھاس آجاتی ہے......اللّٰہ اکبر......!!!

جی ہاں، اگر ہم نے اللّٰہ کی محبّت کا مزہ چکھا ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا کہ اس نام کے لینے میں سکون کتنا ہے۔ اس نام کو لینے سے مخلوق کی محبّت دل سے نکلتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی محبّت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بندہ ریا کاری کرتا ہے تو کچھ عرصے کے بعد یہ نام اس کے دل میں بھی خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بندے نے ساری زندگی میں ایک مرتبہ اللّٰہ کا لفظ کہا ہوگا تو یہ نام اس کے لئے کبھی نہ کبھی جہنّم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا۔

سکون کی تلاش:

یاد رکھیں کہ جس طرح اللّٰہ تعالیٰ کا نام برکت والا ہے اسی طرح اس کی ذات بھی برکت والی ہے۔ اسی لئے اللّٰہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ (الملك:1) برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔

جب بندہ اس ذات کے ساتھ واصل ہوتا ہے تو اس بندے کی زندگی میں بھی برکتیں آجاتی ہیں۔ آج ہماری زندگی میں برکتیں نہیں۔ نہ پیسے کی کمی ہے، گھر بھی ہے، اولاد بھی ہے، کاریں بھی ہیں، بہاریں بھی

ہیں مگر سکون نہیں ہے۔سکون نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟اس کی وجہ یہ ہے کہ برکت نہیں ہے۔یہ برکت کیسے آئے گی؟.....جب ہم اپنی زندگی میں اللہ رب العزت کے نام کا کثرت سے ذکر کریں گے اور اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبّت پیدا کریں گے اوراس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق بنالیں گے تو پھر ہماری زندگیوں میں اللہ رب العزت کے نام کی برکت آجائے گی۔سکون کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والوں کے لئے یہ مژدۂ جانفزا ہے۔

عین الیقن کا مقام حاصل کرنے کی ضرورت:

ایک نکتے کی بات عرض کردیتا ہوں۔اسے توجہ سے سنیئے گا۔یقین کے تین درجے ہیں:

(۱)علم الیقین　(۲)عین الیقین　(۳)حق الیقین

مثال سے یہ بات ذرا جلدی سمجھ میں آئے گی۔آپ سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے کسی دوست کے پاس پہنچے۔وہ کہتا ہے،میں ابھی چائے لاتا ہوں۔جب اس نے کہا کہ چائے لاتا ہوں تو آپ کو علمی طور پر پکا یقین ہوگا کہ وہ گرم گرم چائے لائے گا۔اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔اوراگراس نے وہ چائے کا کپ آپ کے سامنے لاکررکھ دیا اور آپ نے اس کے اندر سے بخارات اٹھتے دیکھے،اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جب اس چائے کو نوش کیا تو پتہ چلا کہ واقعی وہ گرم چائے تھی،اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو حق الیقین کا مقام نصیب تھا۔چنانچہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جنت اور جہنّم پراتنا یقین ہے کہ اگر وہ میرے سامنے آجائیں تو میرے یقین میں ذرّہ برابر بھی اضافہ نہ ہو۔یہاں نکتے کی بات ہے...... ہمارے مشائخ نے کہا کہ موت کے وقت اس بندے کا ایمان سلامت رہتا ہے جس کو کم ازکم عین الیقین کا مقام نصیب ہو،اورعلم الیقین والے خطرے میں ہوتے ہیں.....وہ ایسے لوگ

ہوتے ہیں جو کاروبار تو ڈٹ کے کرتے ہیں مگر غفلت بھری زندگی گزارتے ہیں۔ وہ نماز بھی ظاہر داری کی پڑھتے ہیں۔ ان کی فقط حاضری ہوتی ہے حضوری نہیں۔ وہ سارا دن دکان کے اندر ہوتے ہیں اور جب نماز پڑھنے لگتے ہیں تو دکان ان کے اندر ہوتی ہے۔ ایسی نمازوں سے ایمان و یقین میں کمال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے اور اللہ کے راستے میں قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اس لئے اپنے یقین کو علم الیقین کے مقام سے اوپر اٹھا کر کم از کم عین الیقین تک پہنچایا جائے۔ اور عین الیقین کا مقام تب ملے گا جب اللہ کا ذکر کر کر کے اس کی برکتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسی کہ وہ ہیں۔

کیا ہمیں بھی کبھی چیزوں کی حقیقت نظر آتی ہے؟ ہر چیز ذکر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرآئیل: 44) اور جو کوئی بھی چیز ہے وہ اللہ کے نام کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

کیا کبھی ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوئی ہے کہ ہم بھی ان کی تسبیح کو سمجھ سکیں۔ ہاں جب سالک کا دل جاری ہوتا ہے تو پھر اس کو اللہ کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ جب سالک ذکر کرتے کرتے سلطان الاذکار کے سبق پر پہنچتا ہے تو اسے اس وقت ایسا مقام نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کے جسم کا رواں رواں اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے اسے ہر چیز ذکر کرتی سنائی دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے کپڑا بھی اللہ کا ذکر کرتا سنائی دیتا ہے اور ہوا بھی اللہ کا ذکر کرتی سنائی دیتی ہے۔ سبحان اللہ، انہوں نے دنیا میں اللہ کی نشانیوں کو دیکھا ہے۔ کیا ہم نے بھی کوئی نشانی

دیکھی؟ کون دیکھے؟ ہمیں تو شکلیں صورتیں دیکھنے سے ہی فرصت نہیں ہے۔

اللہ اللہ کرنے کی مقدار:

اگر ہم اللہ کے نام کی برکتوں سے واقف ہونا چاہیں تو ذرا اسے آزما کر دیکھیں۔ اس کو دل میں سے بار بار گزارنا پڑتا ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بار گزارنا پڑتا ہے تب اس کی تاثیر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ دیکھیں، ہر چیز کی ایک مقدار ہوتی ہے۔ قرآن عظیم الشان کہتا ہے:

وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (الرعد:8) اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کی ایک مقدار مقرر ہے۔

جب ایک بندے کو بخار ہو تو ڈاکٹر اسے اینٹی بائیوٹک ادویات پانچ دن تک صبح دوپہر شام کھانے کو کہتے ہیں۔ یہ ایک مستقل مقدار ہے۔ اگر کوئی آدمی پانچ دن کی بجائے دو دن کھائے تو اسے تیسرے دن پھر بخار ہو جائے گا۔ ڈاکٹر اسے نئے سرے سے پانچ دن ادویات کھانے کو کہے گا..... جس کو ہیپاٹائٹس سی ہو جاتا ہے اس کو تقریباً نوے ٹیکے لگتے ہیں اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ درمیان میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایک بھی ناغہ ہو گیا تو پھر نئے سرے سے لگوانے پڑیں گے۔ نوے ٹیکے ایک مقررہ مقدار ہے، اگر یہ مقدار پوری ہو گی تو بیماری ختم ہو گی ورنہ آدمی موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ Tuberculosis ٹی بی کے مریضوں کو متواتر نو مہینوں تک دوائی لینی پڑتی ہے۔ اگر ایک وقت بھی ناغہ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ پہلے والی دوائی ختم، اب پھر نئے سرے سے شروع کی جائے گی۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت معلوم کرنی ہو تو اس کی بھی ایک مقدار ہے۔ جب ہم اللہ کے نام کو اس مقدار کے مطابق دل سے گزاریں گے تو پھر دل کی بیماریاں دور ہو جائیں گی اور اس کی برکتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ ایک مثال عرض کیے دیتا ہوں اگر پانی کی ٹونٹی لیک ہو اور قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا ہو تو وہ پانی کا قطرہ چپس یا پتھر کے فرش

میں بھی سوراخ کر دیتا ہے۔اب بتائیے کہ اگر پانی کا قطرہ تواتر کے ساتھ بار بار ٹپکے تو وہ پتھر میں راستہ بنا لیتا ہے، کیا اللہ رب العزت کا نام اگر بار بار بندے کے دل پر پڑے تو کیا یہ اس کے دل میں راستہ نہیں بنا سکتا؟ جی ہاں، یہ بھی دل میں راستہ بنا تا ہے مگر ہم اس کا ذکر بار بار نہیں کرتے۔ آج کل کے سلوک سیکھنے والے بھی بڑی شان والے ہیں۔ان سے پوچھا جائے کہ مراقبہ کیا ہے؟ کہتے ہیں، یاد ہی نہیں رہا، وقت ہی نہیں ملتا۔

وہ تجلّی کی تاب نہ لا سکا:

سید احمد بدویؒ شہر فاس کے مشہور ولی اللہ گزرے ہیں۔ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں تک مراقبہ کرتے تھے۔اس مراقبے میں ان کو اللہ کی طرف سے معرفت کا وہ نور نصیب ہوا کہ ان کے چہرے پر اتنی نورانیت تھی کہ لوگ ان کے چہرے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ چنانچہ جب وہ لوگوں میں آتے تھے تو اپنے چہرے کو چھپاتے تھے۔عبدالمجید نامی ان کا ایک خادم تھا۔اس نے ان کی کئی سال خدمت کی۔ایک دن حضرت اس سے بڑے خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے۔اس نے موقع پا کر عرض کیا، حضرت! آپ کے چہرے کا دیدار کیے ہوئے بہت مدت گزر چکی ہے، اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے چہرے کا دیدار کرلوں، آپ اس وقت خوش ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر اپنے چہرے کا دیدار کروا دیجئے۔اس کے کہنے پر حضرت نے نقاب اٹھا دیا۔ان کے چہرے کا نور اتنا تھا کہ عبدالمجید اس تجلّی کی تاب نہ لا سکا۔چنانچہ وہ وہیں گرا اور اپنی جان دے دی......اللہ اکبر!!!

آنسوؤں سے خوشبو:

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابوالحمد سیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلّق لکھا ہے کہ انہیں اللہ کی ایسی محبّت نصیب تھی کہ جب وہ اللہ کی محبّت میں روتے تھے تو ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں

سے مشک جیسی خوشبو آیا کرتی تھی......اللہ اکبر، محبتِ الٰہی میں نکلے ہوئے آنسوؤں کی قدر دیکھو......وہ فرماتے ہیں کہ لوگ خود ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے مشک کی سی خوشبو سونگھا کرتے تھے۔

منہ سے خوشبو:

امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے منہ سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ کسی نے پوچھا، حضرت! آپ کے منہ سے بڑی خوشبو آتی ہے، آپ منہ میں کیا رکھتے ہیں؟ فرمانے لگے، میں تو کچھ نہیں رکھتا۔ اس نے کہا کہ ہمیں آپ کے منہ سے عنبر سے زیادہ بہتر خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ فرمانے لگے، ہاں، ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ الصّلوٰۃ السّلام کا دیدار نصیب ہوا۔ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا، عاصم! تم سارا دن اخلاص کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے ہو، کیوں نہ میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں۔ چنانچہ جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میرے منہ کو بوسہ دیا تو اس وقت سے میرے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

جی ہاں، محبّت کا تعلّق جوڑ کر تو دیکھیں۔ ہمیں تو نفس اور شیطان آگے بڑھنے ہی نہیں دیتے۔ ہم تو مخلوق میں ہی اٹکے پھرتے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ اللہ رب العزت کی محبّت کا نشہ کیا ہوتا ہے۔

اسمِ ذات کے لئے انا اور نحن کا استعمال:

طالب علموں کے لئے ایک علمی نکتہ عرض کرتا چلوں......اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے کہیں انا کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور کہیں نحن کا لفظ۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ رب العزت جب مجرد ذات کا ذکر کرتے ہیں تو انا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں اور جب ذات اور صفات کا تذکرہ فرماتے ہیں تو نحن کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر......

☆...... مجرد ذات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (طٰهٰ:14) میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں پس میری عبادت کرتے رہو]

☆...... اور ذات اور صفات دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (قٓ:16) اور ہم اس کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

پروردگارِ عالم کا اپنے عاشقوں سے پیار

اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقین سے اتنی محبّت ہے کہ جب قرآن مجید میں ان کا تذکرہ کیا تو فرمایا:

یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ (المآئدہ:54) اللہ تعالیٰ ان سے محبّت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبّت کریں گے۔

عقل کہتی ہے کہ یوں فرمانا چاہیے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبّت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبّت کریں گے، مگر نہیں، محبّت چیز ہی کچھ اور ہے۔ پروردگارِ عالم کو اپنے عشاق سے اتنا پیار ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں یُحِبُّهُمْ اللہ تعالیٰ ان بندوں سے محبّت کریں گے وَیُحِبُّوْنَهٗ اور یہ بندے اللہ تعالیٰ سے محبّت کریں گے۔ اپنی محبّت کو مقدم فرمایا۔ اسی لئے حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

الا طال شوق الابرار الٰی لقائی وانا الیھم لا شد شوقا جان لو کہ نیک لوگوں کا شوق میری ملاقات کے لئے بڑھ گیا اور میں ان کی ملاقات کے لئے ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں۔

جب کہ دنیا یہ کہتی ہے کہ

الفت میں جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار　　دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عشق کی جتنی آگ سالک کے دل میں ہوتی ہے اللہ رب العزت اس سے بڑھ کر اس سے پیار فرماتے ہیں۔اسی لئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جب میری طرف چل کر آتا ہے تو اگر وہ ایک قدم چلتا ہے تو میری رحمت دو قدم آگے بڑھتی ہے، اگر وہ ایک بالشت آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر جاتی ہے۔ پتہ چلا کہ جتنا پیار بندہ اپنے رب سے کرتا ہے اللہ رب العزت اس سے بڑھ کر اس سے پیار کرتے ہیں۔اس لئے خوش نصیب ہے وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے ٹُوٹ کر پیار کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو دنیا میں چار انعامات عطا فرماتے ہیں۔

(۱)......سب سے پہلے ان کو بغیر خاندان کے عزت عطا فرماتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے عزت ملتی ہے۔ جو اللہ کا بن جاتا ہے، خواہ وہ معمولی ذات پات کا بھی ہو، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی ایسی محبّت بٹھا دیتے ہیں کہ اس کو عزتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

(۲)......دوسرا انعام یہ ملتا ہے کہ بغیر کسب کے اللہ تعالیٰ ان کو علم عطا فرماتے ہیں۔ایک علم کسبی ہوتا ہے جو مدارس میں درس و تدریس کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم لدنی ہوتا ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (الکهف:65)

پس پالیا انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ، جس کو ہم نے اپنے پاس رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے علم دیا تھا۔

(۳)......تیسرا انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بغیر مال کے رزق عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ ظاہر میں تو

فقیر ہوتا ہے مگر دل کا بڑا امیر ہوتا ہے۔ امیروں کے پاس بھی ایسے دل نہیں ہوتے جو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو عطا فرما دیتے ہیں۔

(۴)......اللہ تعالیٰ اپنے عاشقین کو چوتھا انعام یہ دیتے ہیں کہ بغیر جماعت کے ان کو انس عطا فرما دیتے ہیں۔

جنتیوں کے چار گروہ:

گھروں میں عام لوگ مہمان آتے ہیں تو آدمی اپنے نوکر سے کہہ دیتا ہے کہ ان کو پانی پلاؤ لیکن جب قریبی رشتہ دار آتے ہیں تو خود جگ ہاتھ میں لے کر ان کو پلا رہا ہوتا ہے۔ یہ عزت افزائی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح جنت میں جنتیوں کے چار گروہ ہوں گے۔

(۱)......ایک گروہ وہ ہوگا کہ جن کو جنت کے خدام مشروب پلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (الدھر:19) چکر لگاتے ہیں ان کے ارد گرد لڑکے، ہمیشہ کیلئے رہنے والے۔

یہ جنت کے خادم ہوں گے جو ان کو مشروب پلائیں گے۔

(۲)......پھر ایک اور جماعت ایسی ہوگی جن کو ملائکہ مشروب پلائیں گے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (الصّٰفّٰت:46) سفید رنگ کی پینے والوں کو مزہ دینے والی۔

اللہ کے فرشتے پلا رہے ہوں گے۔

(۳)......ایک جماعت ایسی ہوگی جن کو جنت کے داروغے مشروب پلائیں گے۔

وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ (المطففین:27) اور اس میں ملاوٹ ہے تسنیم سے۔

اس آیت کے تحت مفسّرین نے لکھا ہے کہ رضوان جنت خود ان کو مشروب پلائیں گے۔

(۴)......ایک جماعت ایسی ہوگی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (الدھر:21) ان کا پروردگار ان کو شرابِ طہور پلائے گا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک صائم الدھر کو دیکھیں گے اور مسکرا کر فرمائیں گے، ''اے میرے عاشق! تو میری خاطر پیتا نہ تھا اب پی لے، تو کھاتا نہ تھا اب کھا لے، تو اب میرا مہمان ہے اور میں تیرا میزبان ہوں۔''

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (حٰمٓ السجدہ:32)

مہمانی ہے بخشنے والے مہربان کی جانب سے۔

محبتِ الٰہی مانگنے کی تعلیم:

اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس کی محبّت مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ مثال کے طور پر......

☆......نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبّت مانگتا ہوں اور آپ سے محبّت کرنے والوں کی محبّت بھی مانگتا ہوں۔

☆......ایک اور موقع پر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ اے اللہ! اپنی محبّت کو میرے نزدیک ٹھنڈا پانی پینے سے بھی زیادہ مرغوب بنا دے۔

جب بندہ صحرا میں ریت پر چل رہا ہو، سخت گرمی ہو، پانی نہ ملے اور جان نکل رہی ہو تو اس وقت وہ ٹھنڈا پانی بڑی رغبت سے پیتا ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے دعا میں یہی عرض کیا کہ اے اللہ! جس طرح وہ بندہ رغبت اور شوق سے اس ٹھنڈے پانی کو پیتا ہے مجھے تیری محبّت کی لذت اس سے بھی زیادہ نصیب ہو جائے۔

☆......حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے محبوب ﷺ نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ شَوْقاً اِلٰی لِقَاءِكَ وَلَذَّةِ النَّظْرِ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ

اے اللہ! میں آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں اور آپ سے آپ کے کریم چہرے کو دیکھنے کی لذت طلب کرتا ہوں

دنیا اور آخرت میں خوش خبری:

اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے عاشقوں کا بڑا مقام ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عزت افزائی فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں تو یہ خوش خبری سنائی کہ

هُمْ رِجَالٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

یہ اللہ رب العزت کے وہ بندے ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بندہ کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔

اور آخرت میں کیسے عزت افزائی فرمائیں گے؟......کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔ اس نے پوچھا، اے پروردگارِ عالم! آپ نے مجھے کس عمل کی وجہ سے بخشا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میرے بندے! تیرا ایک عمل تیرے نامہء اعمال میں ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! میرے تو سارے اعمال ہی خراب ہیں، میں

غافل اور بدکار تھا، آپ کو میرا کون سا عمل پسند آیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تیرے نامہء اعمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میرا ایک ولی بایزید بسطامی راستے میں جا رہا تھا، تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے، تم نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بایزید بسطامیؒ ہیں، تم نے پہلے سن رکھا تھا کہ وہ اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا تم نے محبّت سے میرے ولی پر نظر ڈالی تھی، میں نے اسی ایک نظر کے ڈالنے کی برکت سے تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادی ہے۔ سبحان اللہ۔

اسمِ ذات میں مشغولیت کی انتہا:

کوشش کریں کہ ذکر کرتے کرتے دل میں اللہ رب العزت کی ایسی محبّت نصیب ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز کو بھول جائیں۔

ضربیں لگا کے کلمہء طیب کی بار بار　دل پہ لگا جو زنگ ہے اس کو ہٹائیے
مشغول اسمِ ذات میں ہوں آپ اس طرح　اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جائیے

بلکہ ایک بزرگ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ

عَجَبٌ لِمَنْ یَّقُوْلُ ذَکَرْتُ رَبِّی جب کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کا ذکر کیا تو میں تعجّب کرتا ہوں۔

گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں اللہ کو بھولتا ہی کب ہوں جو میں اسے یاد کروں۔

شربت الحب کأس بعد کأس　فما نفد الشراب ولا رویت

[میں نے محبّت کی شراب پیالوں کے پیالے پی لی۔ پس نہ تو شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیر ہوا]

اللہ والوں کے عشق کا تو معاملہ ہی اور ہے کہ وہ جام بھر بھر کے پیتے ہیں اور ان کے دل بھرتے ہی نہیں۔

رحمان کی شان پوچھنا چاہو تو......

اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58) رحمٰن کے بارے میں خبر رکھنے والوں سے پوچھو۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے عشق ومحبّت کی داستانیں پوچھنا چاہتے ہو تو ہمارے عاشقوں سے پوچھو۔ کسی انجان سے نہ پوچھنا، ان بے چاروں کو کیا پتہ۔

......ہمارے حسن و جمال کی داستانیں ہمارے عاشقوں سے پوچھو۔

......ہماری شان ہمارے دوستوں سے پوچھو۔

......ہماری شوکت کیسی ہے؟

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58) رحمٰن کے بارے میں خبر رکھنے والوں سے پوچھو۔

o......ہم کتنے غیور ہیں کہ جب کوئی بندہ کسی غیر کی طرف محبّت کی نظر اٹھاتا ہے تو ہم اس سے روٹھ جاتے ہیں، نظریں ہٹا لیتے ہیں، اس کو اپنے در سے پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ اس بندے کو ہماری شانِ بے نیازی معلوم کرنی ہو تو اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58)...... ہم ایسے بے نیاز ہیں کہ بلعم باعور کی چار سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا کر رکھ دیتے ہیں۔ مصر کے مینارے پر اذان دینے کے لئے آدمی چڑھتا ہے، وہ غیر محرم پر نظر ڈالتا ہے اور اس کا ایمان سلب کر لیا جاتا ہے، نیچے اتر کر مرتد بن جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہماری شان ہمارے عاشقوں سے پوچھو ......اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں سب

گناہوں کو بخش دوں گا لیکن اگر تم شرک کرو گے اور میری محبّت میں کسی اور کو شامل کرو گے تو میں اس بات

کو قطعاً معاف نہیں کروں گا۔ کسی نے کسی محدث سے پوچھا، حضرت! جب شرک بھی ایک گناہ ہے تو پھر یہ معافی کے قابل کیوں نہ ٹھہرا؟ انہوں نے فرمایا کہ شرک گناہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معاملہ بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے ہمارے حسن و جمال کو جان لینے کے باوجود محبّت کی نظر غیر کی طرف اٹھالی تو ہم تم کو اپنے در پر نہیں آنے دیں گے۔

o......ہم کتنے عظیم ہیں کہ ہمارے سامنے جب کوئی آدمی ناز کرتا ہے تو ہم اس کے ناز کو توڑ دیتے ہیں۔ جب کوئی تکبّر کرتا ہے تو اس کو ہم سزا دیتے ہیں۔ الکبر ردائ (بلندی اور عظمت تو ہماری چادر ہے)

o......ہمارا حکم چلتا ہے۔ ہمارے سب بندے ہمارے سامنے سرنگوں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام چاہتے ہیں کہ میں جنت میں رہوں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے، چنانچہ ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا......حضرت نوح علیہ السّلام چاہتے ہیں کہ میرا بیٹا بچ جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا اور ان کا بیٹا غرق ہوگیا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا......حضرت ابراہیم علیہ السّلام بیٹے کو چھری کے نیچے دے کر لٹائے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں لیکن اللہ رب العزت نے نہ چاہا۔ لہٰذا بیٹا ذبح نہ ہوا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ رب العزت کا......نبی علیہ السّلام نے اپنے اوپر شہد کا کھانا منع فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم: 1) اے نبیؐ! تم وہ کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس خطاب کے بعد اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی اللہ کی مرضی پر عمل کیا۔ حکم کس کا چلا؟ اللہ

رب العزت کا......قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (المؤمن:16) (آج کس کی بادشاہت ہے) کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا۔ایک ہزار سال تک خاموشی رہے گی۔ پھر اللہ رب العزت خود ہی ارشاد فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن:16) ......اللہ اکبر ......

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان:58) (اللہ کے بارے میں اس کے جاننے والوں سے پوچھو)

پیاروں کی دلداری:

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ارشاد فرمایا، ''اے میرے پیارے موسیٰ! میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ سرگوشی کریں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں، وہ پکارتے ہیں تو میں متوجہ ہوجاتا ہوں، وہ میری طرف آتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوجاتا ہوں، وہ میرا تقرب ڈھونڈتے ہیں تو میں ان کو کفایت کرتا ہوں، وہ مجھے اپنا سرپرست بنالیتے ہیں تو میں ان کی سرپرستی قبول کر لیتا ہوں ، وہ خالص مجھ سے محبّت کرتے ہیں اور میں بھی ان سے محبّت کرتا ہوں، وہ عمل کرتے ہیں تو میں ان کو جزا دیتا ہوں، میں ان کے کاموں کا مدبر ہوں، میں ان کے قلوب کا نگہبان ہوں، ان کے احوال کا متولی ہوں، ان کی بیماریوں کا شافی ہوں، ان کے دلوں کی روشنی ہوں، ان کے دلوں کی تسکین ہوں، ان کے دلوں کی تسکین میری یاد میں ہے، ان کے دلوں کی منزل میرے پاس ہے، ان کو میرے سوا چین نہیں ملتا۔''

کاش کہ ہمیں بھی اللہ کی محبّت میں وہ کیفیت نصیب ہوجائے کہ اللہ کی یاد کے سوا ہمیں چین ہی نہ آئے۔ جس طرح ایک آدمی اگر ایک وقت کھانا نہ کھائے تو وہ اگلے وقت کمی محسوس کرتا ہے، اسی طرح اگر ہم بھی ایک وقت میں اوراد و وظائف نہ کریں تو ہمیں بھی قلبی طور پر کمی محسوس ہوگی۔ ذکر کے بغیر ہمیں کھانا

اور نیند اچھی ہی نہ لگے۔ جب یہ کیفیت دل میں آجائے گی تو پھر اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنے عاشقین میں شامل فرما دیں گے۔

صفاتی ناموں کے معارف:

اب تک تو آپ نے اسم جلالہ ''اللہ'' کی برکات سنیں۔ اب کچھ صفاتی ناموں کا ذکر کیا جائے گا۔ ان میں سے دو نام تو ایسے ہیں جن کا احادیث کے اندر ذکر آیا ہے۔ اور تین نام اسماء الحسنیٰ میں سے بیان کئے جائیں گے۔

غلافِ کعبہ پر دو صفاتی ناموں کی کثرت:

اللہ کے دو صفاتی نام ہیں۔

(۱) حنان

(۲) منان

یہ دونوں نام اسماء الحسنیٰ میں سے نہیں ہیں لیکن احادیث میں آئے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ حج یا عمرہ پر جائیں تو غلافِ کعبہ پر ہر دوسری تیسری لائن پر ''یا حنان، یا منان'' لکھا ہوا نظر آئے گا۔ چاروں طرف پوری پوری لائن پر یہی نام لکھے ہوئے ہیں اور بھی نام لکھے ہوئے ہیں مگر ان کی پوری پوری لائنیں نہیں ہیں۔ یہ عاجز بہت عرصہ تک یہ سوچتا رہا کہ آخر علمائے امت نے ان دو ناموں کی پوری پوری لائنیں کیوں لکھی ہوئی ہیں، جب ان کے معانی سوچنے لگے تو عجیب وغریب معانی سامنے آئے۔

حنان کا مفہوم اور معارف:

حنان اس ہستی کو کہتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی روٹھنا چاہے تو وہ اسے روٹھنے نہ دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سے دور نہیں جانے دیتے..... اس لئے جب کوئی بندہ اللہ رب العزت کے در سے غافل

ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کبھی اس کے کاروبار میں پریشانی، کبھی صحت میں پریشانی، کبھی کوئی اور پریشانی۔ یہ چھوٹی موٹی پریشانیاں اس لئے آتی ہیں کہ یہ جاگے اور میرے در پر آئے۔

یہاں ایک بزرگ نے نکتہ لکھا ہے کہ پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندوں کو پریشانیوں کی رسیوں میں جکڑ جکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے۔ جیسے مچھلی شکاری سے دور بھاگتی ہے تو وہ اس کو قریب کھینچتا ہے اسی طرح جب بندہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حالات اس طرح بنا دیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے اسے Heat پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے در پر آ کر دعائیں مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنے بہترین انداز میں فرمایا:

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (التکویر:26) او میرے بندو! تم کدھر جا رہے ہو؟

ایک اور جگہ پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (الانفطار:6) اے انسان! تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔

جیسے ماں اپنے بیٹے کو پیار سے منا رہی ہوتی ہے کہ بیٹا! تو اپنی امی سے روٹھ گیا، اس انداز میں فرمایا کہ تم مجھ سے کیوں روٹھ رہے ہو؟

منان کا مفہوم اور معارف:

منان اس ہستی کو کہتے ہیں جو احسان تو کرے مگر اس کو احسان جتلانے کی عادت نہ ہو..... کئی لوگ احسان تو کرتے ہیں مگر جتلاتے بھی بہت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ وہ احسان فرمانے والے ہیں کہ جو بندوں پر احسان بھی کرتے ہیں اور جتلاتے بھی نہیں ہیں..... اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر کتنے

احسانات ہیں۔

یاد رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں

......بینائی نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے۔

......گویائی نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے۔

......سماعت نہ دیتے تو ہم بہرے ہوتے۔

......عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے۔

......صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے۔

......مال پیسہ نہ دیتے تو ہم فقیر ہوتے۔

......عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے۔اور

......اولاد نہ دیتے تو ہم لاولد ہوتے۔

معلوم ہوا کہ ہم جو عزتوں بھری زندگی گزار رہے ہیں، یہ اس مالک کا احسان ہی تو ہے۔البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے ایک نعمت ایسی بھی دی کہ اس نعمت جیسی اور کوئی نعمت تھی ہی نہیں، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (ال عمرٰن: 164) بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو ان میں مبعوث فرمایا۔

واقعی کائنات میں کوئی دوسری نعمت ایسی ہو ہی نہیں سکتی تھی.....جیسے کسی کو اپنے ماڈل بڑا ناز ہوتا ہے اسی طرح یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب پر اتنا ناز تھا کہ اس نعمت کو بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرما

دیا کہ ہاں ہم نے ایمان والوں پر احسان فرمایا ہے۔

کریم کا مفہوم اور معارف:

اسماء الحسنیٰ میں سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام کریم ہے.....کریم اس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی سائل کو آتا ہوا دیکھے تو اس کی کیفیت کا خود اندازہ لگا کر اس کے مانگنے سے پہلے اس کو عطا کر دے.....کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان کے مانگنے سے پہلے ان کو کچھ دے دیتے ہیں۔ اسی طرح جب بندہ سچی توبہ کی نیت سے اپنے گھر سے چل کر اللہ کے در پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا ندامت سے چل کر آ جانا ہی کافی ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے ابھی تک ہاتھ ہی نہ اٹھائے ہوں۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا توبہ کے ارادے سے نیکوں کی بستی کی طرف چل پڑا۔ ابھی پہنچا نہیں تھا بلکہ راستے میں ہی تھا کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ جنت کے فرشتے بھی آ جاتے ہیں اور جہنّم کے بھی، اب دونوں طرف سے دلائل چلتے ہیں.....دوزخ کے فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ سو بندوں کا قاتل ہے لہٰذا اسے ہم لے کر جائیں گے......جبکہ جنت کے فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ توبہ کی نیت سے چل پڑا تھا لہٰذا ہم لے جائیں گے.....معاملہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ تم زمین کی پیمائش کر لو کہ یہ کس بستی کے زیادہ قریب ہے، اگر اپنی بستی کے قریب ہے تو یہ گنہگاروں میں سے ہے اور اگر نیکوں کی بستی کے قریب ہے تو پھر یہ نیکوکاروں میں شامل ہے۔ چنانچہ زمین کی پیمائش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے دیا کہ اے نیکوں کی طرف والی زمین! تو ذرا سکڑ جا۔ چنانچہ زمین سکڑ گئی۔ لہٰذا جب پیمائش کی گئی تو فرشتوں نے دیکھا کہ اسے دونوں طرف کے راستے کے بالکل درمیان میں موت آئی اور اس کی لاش نیکوں کی بستی کی طرف گری تھی۔ اب چونکہ اس کی لاش نیکوں کی بستی کی طرف گری، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اتنے قرب کو بھی قبول کر کے اس کا شمار نیکوں میں فرما دیا

.....تو اگر مرتے مرتے بھی ہماری لاش نیکوں کی طرف گر جائے گی، تو اللہ تعالیٰ پھر بھی نیکوں میں شمار کر دیں گے اور اگر ہم جیتے جاگتے ان محفلوں میں جا کر ان کی صحبت اختیار کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمارے آنے کو کیوں نہیں قبول فرمائیں گے۔

قیامت کے دن اس کریم ذات کا کرم ظاہر ہوگا۔اسی لئے کسی عارف نے کیا ہی خوب کہا:

وَفَدتُ عَلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ مِنَ الْاَعْمَالِ وَالْقَلْبِ السَّلِيمِ
فَاِنَّ الزَّادَ اَقْبَحُ مِنْ كُلِّ شَيءٍ اِذَا كَانَ الْوُفُوْدُ عَلَى الْكَرِيمِ

میں کریم کی خدمت میں بغیر زادِراہ کے حاضر ہو گیا ہوں، نہ میرے پاس اعمال ہیں اور نہ سنورا ہوا دل ہے اور زادِراہ سب سے بُری چیز سمجھی جاتی ہے جب جانے والے نے کسی کریم کے پاس جانا ہو۔

اگر کوئی منسٹر آپ کو اپنے گھر کھانے پر بلائے اور آپ اپنا کھانا ٹفن میں لے کر جائیں تو کیا وہ اچھا سمجھے گا؟ وہ کہے گا کہ تم میری دعوت پر آئے ہو اپنا کھانا ساتھ کیوں لائے ہو؟

علماء نے کریم کا ایک معنیٰ یہ بھی لکھا ہے کہ کریم وہ ذات ہوتی ہے جو اگر کوئی چیز دے دے تو اسے واپس لینے کی عادت نہ ہو.....اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں واپس نہیں لیتے البتہ ہم اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی وجہ سے ان نعمتوں کو دھکے دے دے کر واپس بھیجتے ہیں۔

رحمان اور رحیم کے معارف:

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت بھی ایک عجیب صفت ہے۔ یہ عجیب اور مزے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں، ہر صفت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت ایسی ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس کے دو نام ہیں۔ ''رحمٰن اور رحیم'' معلوم ہوا کہ یہ صفت باقی صفات پر غالب ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف:156) اور میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو نام بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ رحمٰن بھی رحمت سے نکلا اور رحیم بھی رحمت سے نکلا، ایک نام ہی کافی تھا۔لیکن غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے .....دیکھیں کہ بندے کا امیر ہونا ایک صفت ہے اور اس کا سخی ہونا دوسری صفت ہے۔عین ممکن ہے کہ ایک بندہ بڑا امیر ہو لیکن کنجوس مکھی چوس ہو اور ایک دمڑی بھی خرچ نہ کرتا ہو، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے اس کے دل کو کچھ ہوتا ہو۔اب یہ امیر تو ہے مگر اس میں خرچ کرنے کی صفت نہیں ہے اور ایک آدمی دل کا حاتم طائی ہو مگر اس کے پلے ہی کچھ نہ ہو تو اس کی سخاوت کا یہ جذبہ بھی کسی کام کا نہیں..... مال کا ہونا ایک علیحدہ صفت ہے اور مال کو خرچ کرنے کی عادت ایک علیحدہ صفت ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمت کے دو نام تجویز کئے۔ایک رحمٰن اور ایک رحیم۔گویا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اے میرے بندو! میرے پاس رحمت کے خزانے بھی بے شمار ہیں اور میری رحمت خرچ بھی بے شمار ہو رہی ہے۔

رحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے پرائے سب پر مہربان ہے۔مسلمانوں پر بھی مہربان ہے اور کافروں پر بھی۔کافر بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اولاد دیتے ہیں، عزتیں دیتے ہیں، ان کے کاروبار میں ترقی دیتے ہیں، انہیں دنیا میں خوشیاں دیتے ہیں اور ان کی کئی تمنائیں پوری ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں۔اور رحیم کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن تو اس کی رحمت خالصتاً ایمان والوں کے لئے ہوگی۔اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (الاحزاب:43) اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کے دو حصے ہیں۔ایک رحمانیت اور ایک رحیمیت ۔اللہ تعالیٰ نے مرد کے اندر رحمانیت کی تجلّی کو زیادہ رکھ دیا ہے اور عورت کے اندر رحیمیت کی تجلّی کو زیادہ رکھ دیا ہے۔اس لئے باپ بھی اولاد سے محبّت تو کرتا ہے لیکن جہاں ڈسپلن کا مسئلہ آجاتا ہے وہاں اسکو سیدھا بھی کر دیتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے نظام کو ٹھیک رکھنا تھا اس لئے اس نے باپ کی طبیعت ہی ایسی بنادی کہ وہ نرمی بھی دکھاتا ہے اور گرمی بھی دکھاتا ہے۔وہ اسے پیار بھی دیتا ہے اور شیر کی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے.....اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر رحیمیت کی صفت کو ڈالا ہوتا ہے اس لئے دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اپنے نیک بچوں سے محبّت کرتی ہے تو اسے برے بچوں سے بھی محبّت ہوتی ہے۔باپ اپنے برے بیٹے کو کہہ دے گا کہ چلو گھر سے دفع ہو جاؤ لیکن ماں کبھی نہیں کہے گی۔ بلکہ ماں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خود تو مار لے گی لیکن وہ کسی اور کو نہیں مارنے دے گی۔باپ لائق سے محبّت کرے گا لیکن نالائق بچوں سے بیزاری کا اظہار بھی کر دے گا مگر ماں تو ماں ہوتی ہے۔وہ کہتی ہے کہ میں کیا کروں، لائق اور نالائق ہونا تو مقدر کی بات ہے، میں تو اپنی مامتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی ساری اولاد سے محبّت کروں گی۔ماں کو مال پیسے کی طلب نہیں ہوتی ۔اس کی محبّت اس کے دل کے اس جذبہ کی وجہ سے ہے جس سے وہ سمجھتی ہے کہ یہ میرا جگر گوشہ ہے، یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے۔

رحمتِ الٰہی کی انتہا.....!!!

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی جو بتوں کا پجاری تھا وہ بیٹھا ''یاصنم! یاصنم! یاصنم! کی تسبیح پڑھ رہا تھا۔وہ یاصنم کہتے کہتے رات کو تھک گیا تو اسے اونگھ آنے لگ گئی۔جب اونگھ آئی تو اس کی زبان

سے یا صنم کی بجائے یا صمد کا لفظ نکل گیا۔ جیسے ہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو اللہ رب العزت نے فوراً فرمایا:

لَبَّيْكَ يَا عَبْدِیْ ! (میرے بندے! میں حاضر ہوں، مانگ کیا مانگتا ہے؟)

فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے، اے اللہ! یہ بتوں کا پجاری ہے اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح کرتا رہا ہے، اب نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس کی زبان سے آپ کا نام نکل گیا ہے اور آپ نے فوراً متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے، اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے فرشتو! وہ ساری رات بتوں کو پکارتا رہا اور بت نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس کی زبان سے میرا نام نکلا، اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا..... تو جو پروردگار اتنا مہربان ہو کہ بندے کی زبان سے نیند کی حالت میں بھی اگر نام نکل آئے تو پروردگار اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں تو اگر ہم ہوش و حواس میں دعائیں مانگیں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو کیوں نہ قبول فرمائیں گے۔ دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں اپنی سچی محبّت عطا فرما دے اور موت کے وقت ہمارے پاس ایمان کی نعمت سلامت رہے اور قیامت کے دن ہم نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے کے سائے تلے حاضر ہو جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ